اسلامی معیشت کے ماہر مولانا مودودی زکوٰۃ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

''یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائیٹی ہے یہ ان کی انشورنش کمپنی ہے یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے یہ ان کے لئے بے کاروں کا سرمایۂ اعانت ہے یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں کا ذریعہ معاش ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکرِ فردا سے بالکل بے نیاز کردیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو کل تم نادار ہوگئے تو دوسرے تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ تمہیں مدد کریں گے۔ تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ کل تم نادار ہوگئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ مفلس ہوگئے تو کیا بنے گا؟ مرگئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہوگا۔ کوئی آفت ناگہانی آپڑی بیماری ہوگئے گھر میں آگ لگ گئی، سیلاب آگیا، دیوالیہ نکل گیا تو ان مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہوگی سفر میں پیسہ نہ رہا تو کیونکر گذر بسر ہوگی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لئے بے فکر کردیتی ہے۔'' (۳۰)

حکومت نے زکوٰۃ کی وصولی اور مستحقین میں اس کی تقسیم کا نظام تو ضیاء الحق (مرحوم) کے زمانے سے قائم کردیا ہے یہ ایک مستحسن اقدام ہے لیکن یہ صرف بنکوں میں جمع لوگوں کی پونجی پر کٹتی ہے جو بعض ہوشیار حضرات رمضان سے پہلے نکال لیتے ہیں دوسرے بڑے بڑے تاجروں اور صنعتکاروں سے ان کے مالِ تجارت اور صنعت پر زکوٰۃ کی وصولی کا کوئی انتظام نہیں بڑے بڑے زمینداروں سے عشر کی وصولی کا بھی کوئی انتظام تاحال نہیں ہے۔ بعض حضرات کے بڑے بڑے مویشی فارم ہیں ان سے بھی زکوٰۃ وصولی نہیں کی جاتی۔ معدنیات کا جو کاروبار کررہے ہیں ان سے بھی زکوٰۃ الرکاز (خمس) نہیں لی جارہی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مرکزی اور صوبائی زکوٰۃ کونسلوں میں علماء کے ساتھ اسلامی معیشت کے ماہرین یا کم ازکم جدید معاشیات کے ماہرین شامل نہیں ہیں۔

صدقہ فطر یا زکوٰۃ الفطر (فقہ کی تمام کتابوں میں زکوٰۃ کے آخر میں یعنی زکوٰۃ کے ساتھ ہی صدقہ فطر کے احکام کا ذکر ہے) کا حکم ''۲'' ہجری میں رمضان کے روزوں کے ساتھ ہی دیدیا گیا تھا اس کے مطابق ہر خوشحال آدمی کے لئے ضروری ہے کہ عید کے موقع پر خوشی مناتے ہوئے اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد سے ہر ایک کی جانب سے ایک غریب بھائی کے لئے اس کی ایک دن کی خوراک کے بقدر صدقہ کرے اس کی مقدار ایک صاع مقرر ہے۔ پاکستان میں صدقہ فطر ہی ایسا صدقہ ہے جسے تقریباً ہر شخص باقاعدگی سے ادا کرتا ہے اسی طرح اگر زکوٰۃ وعشر کو بھی پورے جذبے (Spirit) کے ساتھ وصول اور تقسیم کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں کوئی فقیر ٹرینوں میں بسوں میں اڈوں پر گلیوں محلوں میں مانگتا ہوا نظر آئے یعنی ابھی ہم اس گداگری کی لعنت سے ہی اپنے پیارے پاکستان کو پاک نہیں کرسکتے ہیں جو بے روزگاری کی بدترین بلکہ مکروہ ترین صورت ہے۔

اگر مرکزی زکوٰۃ کونسل (جو مستند علماء کے علاوہ اسلامی معیشت کے ماہرین اور جدید ماہرین معاشیات پر مشتمل ہو) اس بات کو مناسب سمجھے کہ ہر سال کی کل موصولہ زکوٰۃ میں سے جس قدر حصہ فقراء اور مساکین کی مد میں صرف کرنا طے ہوجائے باہم مشورے سے تو اس رقم

کو کسی منفعت بخش کاروبار میں لگا دیا جائے یا کوئی صنعت قائم کردی جس کی حصص ان بے روزگاروں اور حاجت مندوں کے نام کردیئے جائے یا کوئی صنعت قائم کردی جس کے حصص ان بے روزگاروں اور حاجت مندوں کے نام کردیئے جائیں جو اس سال کی زکوۃ کے مستحقین قرار دیئے جائیں تاکہ ان کی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ بن جائے۔ جب انہیں مناسب روزگار مل جائے یا وہ حاجت مند نہ رہیں تو یہی حصص دوسرے بے روزگاروں یا حاجت مندوں کے نام منتقل کردیئے جائیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کاروبار یا صنعت میں ان بے روزگاروں کو مناسب تربیت دے کر کھپا دیا جائے۔ یا یہ خیال رکھا جائے کہ جس علاقے کی زکوۃ ہو اس سے اسی علاقے میں وہ صنعت لگائی جائے تاکہ اس زکوۃ سے اسی علاقے کے بے روزگار فائدہ حاصل کریں۔

۲: وراثت کی تقسیم:

تقسیم وراثت کا قانون جیسا اسلام میں ہے کسی اور معاشی نظام میں نہیں ہے۔ دوسرے معاشی نظاموں کا میلان اسی طرف ہے کہ جو دولت ایک شخص نے سمیٹ کر جمع کی ہے وہ اس کے بعد بھی ایک یا چند اشخاص کے پاس سمٹی رہے مثلاً برطانیہ میں اولادِ اکبر کی جانشینی کا قانون (Law of Primogeniture) اور مشترک خاندان کا طریقہ (Joint Family System) لیکن اسلام دولت کے سمٹنے کو پسند نہیں کرتا وہ اس کو پھیلانا چاہتا ہے تاکہ دولت گردش میں رہے اور معاشرے کے تمام افراد اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر پاکستان میں عملاً اول تو وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی وہی برطانیہ والے قانون پر لوگ عمل پیرا ہیں۔ اگر کسی وراثت کی تقسیم بھی ہوتی ہے تو بہنیں تو محروم ہی رہتی ہیں ان کو بھائی حصہ نہیں دیتا۔ شریعت کے اصول "للذکر مثل حظ الانثیین" نے بہنوں کا جو آدھا حصہ مقرر کیا ہے، ان کو وہ بھی نہیں ملتا۔ وراثت کی صحیح صحیح تقسیم ہونی چاہئیے تاکہ کوئی شخص بھی اپنے مقرر حصے سے محروم نہ رہے۔ (۳۱)

۳: سود معیشت کا قلع قمع:

اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو جدید دور کے تمام پیچیدہ اور لاینحل مسائل کی بنیادی اور سب سے بڑی وجہ سودی معیشت ہے۔ جس نے بے لگام اور بے رحم سرمایہ داری کو جنم دیا ہے۔ معاشرے میں خود غرضی، بے حسی اور بے رحمی، حرص، طمع اور لالچ کو رواج دیا ہے جائز اور ناجائز حلال و حرام کی تمیز ختم کردی ہے، چور بازاری، سمگلنگ، احتکار (ذخیرہ اندوزی) کر کے مصنوعی قلت پیدا کرنا اور پھر اشیاء کی قیمتیں بڑھانا یعنی مہنگائی کرنا اسراف و فضول خرچی اور بخل اسی کی ناجائز اولاد ہے۔

اسی کی بدولت اس ملک میں جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اسلامی معیشت (جو آج کے جملہ معاشی مسائل کا واحد حل ہے) کا قیام ناممکن ہو رہا ہے۔ سیور یفل پرائز بانڈز (جو جوئے کی ایک شکل ہے) کواپریٹو فنانس کارپوریشن (جنہوں نے غریبوں کا بچا کھچا سرمایہ بھی لوٹ لیا یہ سب انہی ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کی جنگ زرگری اور ہوس زر کی غماز ہیں۔ یہاں تک کہ ان ساہوکاروں کی یہی ہوس زر رفتہ رفتہ سیدھے سادے اور مخلص و ہمدم عوام میں بھی سرایت کر گئی ہے اور اب دکھی انسانیت کی امداد و اعانت کے لئے فاطمیہ ریفل اور

ٹی بی ریفل کا اجراء کرنا پڑا جو کہ سراسر جوا ہے اس میں کوئی نیکی نہیں ہے یعنی ابلاغ عامہ کے ذرائع پر تشہیر اور پروپیگنڈے کے ذریعے ہمارا مزاج یہ بنا دیا گیا ہے کہ اب ہم بھی فرنگیوں کی طرح اللہ فی اللہ یعنی خدا واسطے یا اپنی آخرت سنوارنے کے لئے کوئی نیکی یا ہمدردی کرنے کو تیار و آمادہ ہی نہیں ہوتے جب تک اسی دنیا میں انعام بلکہ ۲۰۔ ۲۵ لاکھ تک کے بڑے انعام کا لالچ نہ دیا جائے یعنی یہ "صدعن سبیل اللہ" (اللہ کے راستے کی ایک رکاوٹ) بن کے رہ گئی ہے اگر ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو اپنی منزل یعنی اسلامی معیشت کے قیام کو پانے کے لئے راستے کی اس دیوار کو گرانا ہوگا اس کا مکمل قلع قمع کرنا ہوگا تبھی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے ورنہ جب تک یہ شجر خبیث موجود ہے اصلاح احوال کی کوئی صورت کارگر نہیں ہوگی بلکہ صورتِ حال اور بگڑے گی اور بے روزگاری کا مسئلہ اور زیادہ گھمبیر ہوتا جائے گا کیونکہ مسئلے کی جڑ بنیاد یہی ناسور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اوائل اسلام میں زکوٰۃ کو انفاق کا ایک عام قانون بنانے کے ساتھ ساتھ سود کو حرام کر کے سودی معیشت اور اس پر مبنی سرمایہ داری پر ایک کاری ضرب لگائی گئی جیسا کہ مکی دور کی ایک سورۃ الروم کی اس آیت سے ظاہر ہے جس میں زکوٰۃ کی تعریف کے ساتھ ساتھ سود کی مذمت کی گئی ہے فرمان الٰہی ہے:

"ومآ اتیتم من ربا لیر بوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اتیتم من زکوٰۃٍ تریدون وجہ اللہ فاولیک ھم المضعفون o"

ترجمہ:۔اور یہ جو تم سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک وہ ہرگز نہیں بڑھتا۔ بڑھوتری تو ان اموال کو نصیب ہوتی ہے، جو تم اللہ کی رضا کے لئے زکوٰۃ میں دیتے ہو۔(۳۲)

پھر اللہ کے یہ فرامین: "یمحق اللہ الربو اویر بی الصدقات "اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔(۳۳)

یایھا الذین امنو اتقو اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤ منین oفان لم تفعلو فأ ذنوا بحرب من اللہ ورسولہٖ وان تبتم فلکم رءُ وس اموالک لا تظلمون ولا تظلمون oوان کان ذوعسرۃٍ فنظر ۃ الیٰ میسرۃٍ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون o

ترجمہ:۔اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر انہیں کرتے (نہیں چھوڑتے) تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے ہوشیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اپنا اصل مال (اصل زر) تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔اور اگر کوئی تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیئے اور معاف کر دینا تو بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔(۳۴)

تشریح:

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یک ایسے معاملے کی نسبت جس میں سود تھا حضرت زید بن ارقمؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان

کا جہاد بھی برباد ہو گیا کہ جہاد خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا نام ہے اور سود خوری خود خدا تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہے۔
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اپنے ہتھیار لے لے اور خدا سے لڑنے کے لئے تیار ہو جا۔ آپ فرماتے ہیں امام وقت پر فرض ہے کہ سود خور سے اگر وہ سود نہ چھوڑیں تو ان سے توبہ کرائے اگر نہ کریں تو ان کی گردن مار دے۔
ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے:
''الربا سبعون جزا ایسرها ان ینکح الرجل امه'' ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''سود کے ''۷۰ گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے زنا کرے''۔ یعنی سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کو ''۷۰'' اجزا میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہے کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ (ابن ماجہ) مروی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''۹'' راتوں تک زندہ رہے۔ (۵)
یعنی اسلام کی اول تا آخر تعلیم یہی رہی ہے کہ سود کی لعنت کو ختم کیا جائے لیکن عملاً یہ ہو رہا ہے کہ تمام عالمِ اسلام کے مسلمان اس کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں بلکہ اسے شیر مادر سمجھ کر کھا رہے ہیں۔ گلی گلی محلے محلے میں مختلف ناموں سے نئے نئے بینک (سود گھر) کھل رہے ہیں اور ہم خوش ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں۔

۴: قرضِ حسنہ:

انسان کا بنیادی مسئلہ کسبِ معاش کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود انسان اور ذرائع بھی وہی پرانے ہیں صنعت وحرفت اور زراعت یا ملازمت۔ لیکن صنعت وحرفت اور زراعت کے میدان میں مشین کی ایجاد نے کافی انقلاب برپا کر دیا ہے اور روزگار کے انداز بھی بدل دیئے تو اس کے لئے پرانے حل کے ساتھ ساتھ جدید حل بھی سوچنا ضروری ہے۔ حکومت پہلے آسان شرائط سود پر بے روزگار افراد کو قرضے دیتی ہے پھر جب وہ اپنے پاؤں جما لیتے ہیں تو آسان اقساط میں وہ قرضے لٹاتے ہیں تاکہ دیگر بے روزگار افراد کو دیئے جاسکیں یہ ایک اچھی سکیم ہے لیکن اگر اسے بغیر سود کے قرضِ حسنہ کے طور پر دیا جائے تو اس کے فوائد زیادہ ہوں گے۔
دوسرے دیکھا یہ گیا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ افراد میں بے روزگاری زیادہ ہے اس لئے کہ آج کل کے دور میں علم سے زیادہ ہنر کی مانگ ہے لہٰذا میری یہ تجویز ہے کہ ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں علم وادب یا نظری علوم پڑھانے کی بجائے فنون اور ہنر سکھانے پر زیادہ توجہ دی جائے یا پھر تمام طلبہ کو علوم کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی ہنر اور فن سکھانے کا ضرور بندوبست کیا جائے کہ:
بقول اقبالؒ: ع قوتِ افرنگ از علم وفن است
کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس پیسہ تو بہت ہے لیکن ٹیکنالوجی (Technology) نہیں ہے اس لئے ہمیں ٹیکنالوجی حاصل کرنا

چاہیئے اور اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں خصوصاً سکولوں میں بھی طلبہ کی راہنمائی (گائڈنس) کا انتظام کیا جائے تا کہ ان کار جحانِ طبع دیکھ کر ان کو ہنر سکھائے جائیں اور وہ اپنے آپ کو معاشرے میں ناموزوں (Misfit) نہ سمجھیں۔

مشینی زندگی کے بے کیفی اور بے رنگی بھرنے کے لئے علم وادب بھی ضروری ہیں کہ:

بقول اقبالؒ:۔ ع احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

لیکن آج کل مشین ایک ناگزیر ضرورت بن چکی ہے اس نے انسانوں کو بہت سی سہولتیں بھی بہم پہنچائی ہیں۔ روزگار کے مواقع بھی پیدا کیے ہیں اور ساتھ ساتھ بے روزگاری میں اضافہ بھی کیا کیونکہ پہلے جو کام لاکھوں ہنرمند اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے آج ایک مشین وہ کام لمحوں میں کر دیتی ہے اور بڑی ستھری اور پائیدار بنا کر مارکیٹ میں بھیج دیتی ہے، جس سے دستکار حضرات بے روزگار ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی بیروزگار کو معاشی اصطلاح میں (Technological Unemployment) کہتے ہیں۔(۳۵)

لیکن اب تو مشین آج کی ضرورت بن چکی ہے تو ان بے روزگار ہونے والے دستکاروں کو بھی قرض حسنہ دے کر بے روزگاری کے بے رحم شکنجے میں جانے سے بچایا جائے تا کہ وہ بھی اپنے ہنر اور دستکاری کو مشینی یعنی (Indurtrialine) کرلیں اور عزت کی روزی کما سکیں۔

اور ایک کا روزگار دوسروں کی بے روزگاری کا سبب نہ بن سکے۔

۵: اجارہ داری کا خاتمہ:

احتکار کرنے والا (اجارہ دار) (Monopolist) دولت کے ذخیروں پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے اور بسا اوقات زائد سامان تو تلف کر دیتا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح ایک خاص نرخ لوگوں پر مسلط کر سکے۔ یہ طرزِ عمل صریح طور پر سامانِ معیشت کے ان سماجی خزانوں کی بربادی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے فائدے کے لئے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اسی لئے اسلام نے احتکار کو دائرۂ دین سے خارج کرنے والا جرم قرار دیا ہے۔

"من احتکر طعاماً اربعین یوماً فقد بریٔ من الله وبری الله من"

ترجمہ:۔ جس نے چالیس دن تک خوراک کو ذخیرہ کئے رکھا اس کو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں نہ اللہ کو اس کی کوئی پرواہ ہے۔ (مسند امام احمد)

۶: سُحت واستحصال کا تدارک:

استحصال کسی قسم کا بھی ہو ختم ہونا چاہیئے خواہ مستاجر کے ہاتھوں اجیر کا استحصال ہو یا مذہبی پیشہ وروں کے ہاتھوں اپنے عقیدت مندوں کا ہو یا اخبارات وجرائد کے مالکوں کے ہاتھوں یا پبلیشروں کے ہاتھوں غریب لکھنے والوں کا ہو۔ اخبارات ورسائل کی اشاعت بھی آج کل دیگر منعفت بخش صنعتوں کی طرح ایک صنعت بن چکی ہے اور اس میں بڑا منافع ہے کیونکہ یہاں خام مال (مضامین افسانے، نظمیں اور